فکری و ثقافتی غلامی --- ذمہ دار کون؟

ڈاکٹر انیس احمد

بیسویں صدی کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک اہم پہلو اس صدی میں ایک بڑی تعداد میں محکوم مسلم ممالک کا مغربی استعمار سے آزاد ہونا ہے۔ گو سیاسی آزادی کا حصول ایک ذہنی' ثقافتی اور معاشرتی عمل مسلسل ہے جس میں استعمار کے خلاف ہر محاذ پر جدوجہد کے نتیجہ ہی میں سیاسی آزادی کا حصول ممکن ہوتا ہے لیکن یہ تاریخ کا ایک دلچسپ پہلو ہے کہ بعض اوقات سیاسی آزادی کے حصول کے باوجود ثقافتی' ذہنی اور فکری طور پر بہت سی اقوام اپنے آپ کو ماضی کی زنجیروں سے آزاد کرانے میں کامیاب نہیں ہو پاتیں۔

اور جہاں کہیں نو آزاد اقوام ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں وہاں سابقہ استعمار اپنے شاطرانہ حربوں سے آزادی کے عمل کو ناکارہ اور غیر موثر بنانے کے لیے اپنے ذرائع و وسائل کے استعمال سے دریغ نہیں کرتا۔ الجزائر کی تحریک آزادی ہو یا ایران میں تحریک حریت' پاکستان کا استقلال ہو یا مشرق وسطی کی مسلم ریاستوں کی برطانیہ' فرانس اور اطالیہ کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد' سیاسی آزادی کے حصول کے باوجود سابقہ سامراجی فرمانرواؤں نے کسی نہ کسی بہانے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے نو آزاد ممالک میں سیاسی عدم استحکام' معاشی انحصار اور ثقافتی و فکری یلغار کو اپنی مقدور بھر قوت استعمال کرتے ہوئے' پختہ کار سیاستدانوں ہی کو نہیں نئی نسل کے نوجوانوں کو بھی ابلاغ عامہ اور نظام تعلیم کے ذریعہ فکری اور ثقافتی طور پر اپنا پرستار بنانے کی مساعی میں تساہل نہیں برتا۔

اس کی ایک واضح مثال الجزائر میں ۹۲ء کا جمہوری عمل ہے جو لفظ اور روح کے لحاظ سے مغربی لادینی اباحیت پسند جمہوریت کے ہر ہر "زرین اصول" کی پیروی کرتے ہوئے پایہ تکمیل کو پہنچا اور ایف آئی ایس کو عوام نے جمہوری عمل کے نتیجہ میں اپنے اعتماد سے سیاسی قیادت کے لیے منتخب کیا لیکن سابقہ سامراج کے مفادات کے محافظ کی حیثیت سے فرانس کے حلیف امریکہ نے اس جمہوری عمل کو اپنی "جمہوریت" پسندی کے باوجود' فوج کی حمایت سے ناکام بنانے کا کارنامہ انجام دیا۔ جمہوریت کے نام پر جمہوریت کا یہ قتل مغربی بازی گروں کی شعبدہ بازی کا پہلا کرشمہ نہ تھا۔ معروضی طور پر دیکھا جائے تو مسلم ممالک میں جہاں کہیں بھی عوامی عمل کے نتیجہ میں کوئی ایسی تبدیلی واقع ہونے والی ہوتی ہے جس میں جمہور کی تمناؤں اور خواہشات کی تکمیل

ہوسکتی ہو' مغربی سیکولر جمہوریت کے علمبردار خواہ وہ برطانیہ ہو' فرانس ہو' جرمنی ہو یا امریکہ' جمہوری قوتوں کے مقابلہ میں نیم آمریا کلی طور پر آمر قوتوں کی پشت پناہی اور مادی و اخلاقی حمایت کے ذریعہ بادشاہوں اور فوجی حکمرانوں کو ان ممالک پر مسلط رکھنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا اور جو آہ کرنے کی آزادی بھی نہیں رکھتے' بدنامی سر تا قدم انہی کے سر رکھی جاتی ہے۔ مشرق وسطیٰ کی کم از کم تین بادشاہتوں اور تین "جمہوریتوں" کا معاملہ اس حوالے سے اتنا شفاف ہے کہ یہاں ان کے نام لینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔

کیا مسلم ممالک میں عدم استحکام اور اندرونی دفاعی' معاشی' ثقافتی' حتی کہ تعلیمی معاملات میں مغربی سامراجی طاقتوں کا عمل دخل ہی امت مسلمہ کی زبوں حالی کا ذمہ دار ہے؟ یا وہ افراد بھی اس ذمہ داری میں برابر کے شریک ہیں جو رضاکارانہ طور پر اپنی فکر اور روح کو محبوس کرنے کے لیے' آگے بڑھ کر خود اپنی وفاداریاں اور اپنی سرزمین کی پیش کش ان طاقتوں کو کرتے ہیں؟ کیا سامراج بغیر دروازہ کھٹکھٹائے ان ممالک میں جب چاہے داخل ہوجاتا ہے یا ان مکانوں کے مکین اپنے دروازے چوپٹ کھول کر مخملیں قالین بچھا کر قلبی انبساط و بے چینی کے ساتھ ان کو اپنے کمرہ استراحت میں لانے کے ذمہ دار کہے جاسکتے ہیں۔

بلاشبہ مغرب کے مقاصد' طریقے اور وسائل اور حکمت عملی یہی معلوم ہوتی ہے کہ امت مسلمہ کو زیادہ سے زیادہ مدت کے لیے خواب خرگوش میں مبتلا رکھا جائے اور اس قوت کو بیدار نہ ہونے دیا جائے جو مغرب کے خیال میں مبارزت و مقابلہ کا سبب بن سکتی ہے۔ لیکن کیا وہ فرد یا قوم جو خود کو دست بستہ' سرتسلیم خم کرتے ہوئے فکری اور ثقافتی غلامی کی زنجیروں میں گرفتار ہونے کے لیے ہر صبح و شام پیش کرتی ہو' اس ذمہ داری سے بری قرار دی جاسکتی ہے؟ جو روح خود غلام بننے کے لیے بے چین ہو اسے کون آزاد کرا سکتا ہے؟ اور جو فکر آزاد رہنا چاہتی ہو اسے جسمانی تعذیب کے باوجود کون غلام بنا سکتا ہے؟ یہ ہمارے اپنے سوچنے کی بات ہے۔

مغرب کا شعوری طور پر رد اور اپنی اقدار حیات پر اعتماد و عمل ہمارے خیال میں امت مسلمہ کے ثقافتی سفر کا ایک ناگزیر مرحلہ ہے لیکن اس سفر میں پیش آنے والا ہر نشیب و فراز اسی وقت سر کیا جاسکتا ہے جب امت مسلمہ شعوری طور پر اپنی اقدار حیات اور مقصد حیات سے مطمئن ہو اور یکسو ہو کر اپنے مقصد کے حصول میں کوشاں ہو۔ اگر وہ خود ہر دو قدم کے سفر پر ایک نئے راہبر کی قیادت تسلیم کرلے اور ساتھ ہی سمت منزل بھی تبدیل کرتی جائے تو خارجی حملہ آور سے زیادہ مجرم خود وہ قوم قرار پائے گی۔